بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اسلام اور اشتراکیت

مصنفہ
حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ ایم۔ اے

الناشر: نظارت دعوت و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان (پنجاب)

تعداد ۵ ہزار
۱۹۶۷ء

پیش لفظ

اسلام اور اشتراکیت کا قیمتی مضمون حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے نے آج سے کئی سال پہلے تحریر فرمایا تھا۔ اسکے بعد روس کے اصحاب سیاست نے اپنے بعض نظریات اور اعمال میں کسی قدر تبدیلیاں کیں یا کم از کم اس بات کا اظہار کیا کہ ان کے اصول اور نظریات مختلف صورت رکھتے ہیں۔ گو "آہنی پردے" کی وجہ سے اصل حقیقت پورے طور پر بیرونی دنیا پر واشگاف نہیں ہو سکتی۔ تاہم اس قابل قدر مضمون میں اشتراکی نظام پر اصولی تنقید آگئی ہے۔ اور اس کے مقابل پر اسلام کی اصولی تعلیم کو بھی بیان کر دیا گیا ہے۔ قارئین حضرات سے درخواست ہے کہ اس مضمون سے خود بھی فائدہ اٹھائیں اور اس کو دوسرے احباب تک بھی پہونچائیں۔

اللہ تعالیٰ کلمۂ اسلام کو بلندی عطا فرمائے۔ آمین ÷

خاکسار

مرزا وسیم احمد

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

یکم اگست ۱۹۶۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
و علی عبدہ المسیح الموعود

اشتراکیت اور اسلام

(از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے)

اِس وقت دُنیا میں تین مختلف قسم کے نظاموں کا مقابلہ ہے جن میں سے دو نظام تو کھلے طور پر ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہیں۔ اور تیسرا نظام کسی قدر پس پردہ رہ کر گویا اُن دو نظاموں کے ٹکراؤ کے نتیجہ کا انتظار کر رہا ہے۔ اوّل الذکر دو نظام **اشتراکیت** اور **سرمایہ داری** کے نظام ہیں۔ اور تیسرا نظام اسلام کا نظام ہے جسے قدرت نے ابھی تک اپنی خاص تقدیر کے ماتحت پیچھے رکھا ہوا ہے۔ تا کہ اشتراکیت اور سرمایہ داری کے باہم فیصلہ کے بعد اُسے دُنیا کے آخری ٹکراؤ کے لئے آگے لایا جائے۔ یہ تیاری اس زمانہ کی عظیم الشان مذہبی تحریک یعنی سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ مقدر ہے۔ جس کے مقدس بانی کو حضرت مسیح ناصری کے مثیل اور ہمارے رسول پاک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نائب ہونے کی حیثیت میں تمام ادیانِ عالم کے لئے حکم و عدل بنا کر بھیجا گیا ہے۔

اِسلام نے اشتراکیت اور سرمایہ داری کے نظاموں کا یاجوج اور ماجوج

کے ناموں سے ذکر کیا ہے اور پیشگوئی فرمائی ہے کہ آخری زمانہ میں یہ دونوں نظام ایک بھاری سیلاب کی طرح ساری دُنیا پر چھا جائیں گے۔ اور مادی ترقی کے سارے سامان بظاہر اُن کے ہاتھ میں چلے جائیں گے (سورہ انبیاء) یاجوج روس کا نام ہے جو آج کل اشتراکی نظام کا لیڈر اور مرکزی نقطہ ہے۔ اور ماجوج برطانیہ کا نام ہے جو سرمایہ داری کے نظام کا علمبردار ہے۔ اور برطانیہ کے مفہوم میں امریکہ بھی شامل ہے۔ جو زیادہ تر برطانیہ ہی کی نسل اور اسی نظام کا حامل ہے۔ یہ دونوں نظام متضاد پالیسیوں اور سکیموں کے ماتحت ایک دوسرے کے خلاف خطرناک طور پر صف آراء ہیں۔ اور گو مخفی جنگ جسے آج کل کی اصطلاح میں اعصابی جنگ یا کولڈ وار (Cold War) کہتے ہیں اب بھی جاری ہے۔ لیکن ایسے حالات سُرعت کے ساتھ پیدا ہو رہے ہیں جن کے پیشِ نظر اس بات کا بھاری خطرہ ہے کہ یہ متقابل آتش فشاں پہاڑ کسی وقت بھی پھٹ کر نہ صرف ایک دوسرے پر چھانے بلکہ دُنیا کے ہر ملک اور ہر قوم کو اپنی لپیٹ میں لینے کے لئے ایک عالمگیر جنگ کی آگ بھڑکا دیں گے۔

بظاہر حالات یہ دونوں نظام (اشتراکیت اور سرمایہ داری) اقتصادی اور تمدنی نوعیت کے نظام ہیں۔ مگر حقیقتاً ان نظاموں کے ساتھ نہ صرف سیاسیات بلکہ اخلاقیات اور رُوحانیات کی تاریں بھی اسی طرح اُلجھی ہوئی ہیں کہ ان نظاموں کی ترقی اور تنزل کا اثر ان سارے میدانوں پر براہِ راست پڑتا ہے اور دُنیا کا کوئی طبقہ خواہ وہ سیاسی ہو یا مذہبی اپنے آپ کو لاتعلق سمجھ کر علیحدہ نہیں رہ سکتا۔ پس قبل اس کے کہ اس عالمگیر آگ کے شعلے کسی قوم کو اپنی لپیٹ میں لے لیں۔ اس کا فرض ہے کہ حالات کا جائزہ لیکر کسی صحیح نتیجہ اور فیصلہ کُن لائحہ عمل پر پہنچنے کی کوشش کرے۔ ورنہ جو قوم اپنے آپ کو محفوظ اور لاتعلق سمجھ کر خاموش بیٹھی رہیگی وہ یقیناً اس کبوتر کی مثال بنے گی جو بلی کو دیکھ کر اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ اور سمجھتا

ہے کہ اب میں خطرہ سے محفوظ ہو گیا ہوں۔

اشتراکیت کے نظام کا خلاصہ یہ ہے کہ دولت اور دولت پیدا کرنے کے ذرائع کو افراد کی بجائے قوم اور ملک کی مشترکہ اجارہ داری قرار دیکر حکومت کے ہاتھ میں دے دیا جائے اور اس طرح مشترکہ انتظام اور مشترکہ سامانوں کے ذریعہ دولت پیدا کرکے اور دولت کو ترقی دیکر اُسے افراد میں ان کی ضرورت کے مطابق بزعم خود مساویانہ اصول پر تقسیم کر دیا جائے۔ گویا دولت تو سب مل کر اپنی طاقت کے مطابق پیدا کریں اور خرچ افراد کی ضرورت کے مطابق (قطع نظر اس کے کہ دولت پیدا کرنے میں کس فرد کا کتنا حصّہ ہے) تقسیم کر دیا جائے۔ اس کے مقابل پر سرمایہ داری جس کے متعلق آج کل کے بعض لوگ جمہوریت کا لفظ بھی استعمال کرنے لگے ہیں۔ وہ نظام ہے جس میں افراد کے لئے ذاتی آمد اور جائداد پیدا کرنے اور اس آمد اور اس جائداد سے ذاتی فائدہ اٹھانے کا حق تسلیم کیا جاتا ہے مگر عملاً اس نظام کو اس طرح چلایا جاتا ہے اور ذاتی جائداد کو اس طرح بے لگام چھوڑا جاتا ہے کہ ملک کی دولت سمٹ سمٹ کر ایک محدود اور مخصوص طبقہ کے ہاتھوں میں جمع ہو جاتی ہے۔ اور پھر اس جمع شدہ دولت کو مناسب رنگ میں سمونے اور امیر و غریب کے فرق کو کم کرنے کا بھی کوئی مؤثر انتظام نہیں کیا جاتا۔

اشتراکیت کا نظام دراصل سرمایہ داری کے نظام کا ہی ردِّ عمل ہے۔ اور گویا بالواسطہ طور پر اسی کا ایک غیر قدرتی بچّہ ہے۔ سینکڑوں سال سے دُنیا کا اقتصادی نظام ایسے راستہ پر چل رہا تھا کہ قوموں اور ملکوں کی دولت سمٹ سمٹ کر ایک خاص طبقہ کے ہاتھوں میں جمع ہو گئی تھی اور آبادی کا بقیہ حصّہ (اور اسی کی اکثریت تھی) غربت اور افلاس اور ناداری اور بے بسی کی انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ سرمایہ داری کی یہ بھیانک صورت سب سے زیادہ روس کے ملک میں رُونما ہوئی جہاں زاروں اور ان کے درباریوں اور رئیسوں کے تعیش نے گویا غریبوں کا گلا گھونٹ رکھا تھا۔ اور اُن کی حالت

جانوروں سے بھی بدتر ہو رہی تھی۔ کیونکہ شعور موجود تھا۔ مگر اس شعور کی تسکین کا کوئی سامان نہیں تھا۔ پس جس طرح ہر ظالمانہ نظام کا ایک ردِ عمل ہوا کرتا ہے جو گویا قائم شدہ نظام کے خلاف بغاوت کا رنگ رکھتا ہے۔ اور ایک انتہا سے ہٹ کر دوسری انتہا کی طرف لے جاتا ہے۔ اسی طرح سرمایہ داری اور دولت کے ناواجب اجتماع کا ردِ عمل اشتراکیت کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور روس میں خصوصیت سے سماجی نظام کا پنڈولم ایک انتہا کی چوٹ کھا کر دوسری انتہا کو جا پہنچا۔

ان دونوں غیر فطری نظاموں کے مقابل پر جن میں سے ایک نظام انفرادیت کو مٹاتا اور اجتماعیت کے جذبہ کو تباہ کرتا ہے۔ اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ عام حالات میں ذاتی دولت پیدا کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کے حق کو تو تسلیم کیا جاتا ہے مگر اس کے ساتھ ایک ایسی مؤثر اور حکیمانہ مشینری لگا دی گئی ہے جس کی وجہ سے ملکی دولت کبھی بھی چند ہاتھوں میں جمع نہیں ہو سکتی۔ اور دولت کو سمونے اور غریب و امیر کے فرق کو کم کرنے کا عمل ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ اس طرح اسلام گویا اشتراکیت اور سرمایہ داری کے بین بین کا نظام ہے جس میں کمال حکمت سے ایک طرف تو دونوں نظاموں کی خوبیاں جمع ہیں اور دوسری طرف وہ ان دونوں نظاموں کی خرابیوں سے مبرا اور آزاد ہے۔ اور اس کی اپنی خوبیاں مزید برآں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس اسلامی ملک کے مسلمان اسلام کی تعلیم پر قائم رہے ہیں (مگر افسوس یہ نظارہ بہت کم نظر آتا ہے) وہاں نہ تو سرمایہ داری ہی اپنی بھیانک صورت میں قائم ہو کر اجتماعیت کے جذبہ کو تباہ کر سکی ہے اور نہ ہی اس میں اشتراکیت کو نفوذ کا رستہ مل کر انفرادیت کا جنازہ اٹھا ہے۔

اسلام نے سب سے پہلے دولت پیدا کرنے کے ذرائع کے متعلق یہ اصولی تعلیم

دی ہے کہ خدا تعالےٰ نے دُنیا کے سامانوں اور دولت کے قدرتی وسائل کو تمام بنی آدم کے فائدہ کی خاطر پیدا کیا ہے اور کسی خاص طبقہ کی اجارہ داری قرار نہیں دیا۔ چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے :۔ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا۔ یعنی اے وہ لوگو! جو اس دُنیا میں بستے ہو خدا نے دُنیا کی ہر چیز تم سب کے فائدہ کے لئے پیدا کی ہے۔

اس واضح آیت سے ثابت ہے کہ اسلامی نظریہ کے ماتحت دولت پیدا کرنے کے ذرائع سب لوگوں کے لئے یکساں کھلے رکھے گئے ہیں۔ اور اُن پر کسی خاص طبقہ کی اجارہ داری تسلیم نہیں کی گئی۔ لیکن دُوسری طرف اس کھلے دروازہ میں داخل ہونے کے بعد جو فرق انفرادی جدّوجہد کے نتیجہ میں طبعی طور پر پیدا ہو جاتا ہے اُسے بھی اسلام تسلیم کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے :۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ .... أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ،

یعنی بعض لوگوں کو خدائی قانون کے ماتحت دوسرے لوگوں پر رزق اور دولت میں فوقیت حاصل ہو جاتی ہے ..... (نیز) کیا لوگ دیکھتے نہیں کہ خدا بعض لوگوں کے رزق میں فراخی پیدا کر دیتا ہے اور بعض کے لئے تنگی پیدا ہو جاتی ہے"۔

ان دو متقابل تعلیموں پر غور کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ جہاں تک دولت پیدا کرنے کے ذرائع کا سوال ہے وہ سب لوگوں کے لئے یکساں کھلے رکھے گئے ہیں۔ مگر دُوسری طرف انفرادی قابلیت اور انفرادی جدّوجہد کے نتیجہ میں جو فرق افراد اور اقوام کی دولت میں طبعی طور پر پیدا ہو جاتا ہے اُسے بھی خدائی قانون اور خدائی مشیّت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اور یہی وہ فطرتی صُورت

ہے جس سے حقوق کا صحیح توازن قائم رکھا جا سکتا ہے۔

اس کے مقابل پر اشتراکیت نے دولت اور دولت پیدا کرنے کے ذرائع کو کلیۃً حکومت کے ہاتھ میں دیکر انفرادی جدوجہد کے سب سے بڑے محرک کو تباہ کر دیا ہے۔ بے شک دُنیا کے کام کے محرک بہت سے ہیں مگر وہ عالمگیر محرک جو تمام محرکات سے وسیع تر اور مضبوط تر ہے جس کے اثر سے کوئی فردِ بشر بھی باہر نہیں کیونکہ وہ فطرتِ انسانی کا ایک حصّہ ہے۔ وہ اس جذبہ سے تعلق رکھتا ہے کہ انسان اپنی محنت کا پھل خود براہِ راست بھی کھائے۔ مگر یہ فطری جذبہ اشتراکیت کے نظام نے بالکل کچل کر رکھ دیا ہے۔ یہ درست ہے کہ دُوسروں کی امداد کرنے اور دوسروں کی خاطر کام کرنے کا جذبہ بھی اعلیٰ فطرتِ انسانی کا حصّہ ہے اور اسلام نے اس جذبہ پر بھی بہت زور دیا ہے کیونکہ یہ جذبۂ انسانی تمدّن کی جان ہے مگر اسلام جو فطرت کا مذہب ہے اور تمام فطری جذبات کے توازن کو قائم رکھتا ہے اُس نے اپنی محنت کے پھل کھانے کی عالمگیر خواہش کو بھی جو ہر انسان میں پائی جاتی ہے مٹایا نہیں۔ اور نہایت حکیمانہ طور پر دونوں کے بین بین رستہ نکال کر انفرادیت اور اجتماعیت ہر دو کی زندگی کا سامان مہیا کیا ہے۔

اشتراکیت کے نظام میں مسابقت یعنی ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی رُوح کو بھی کچل دیا ہے۔ حالانکہ یہ رُوح قومی اور انفرادی ترقی کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے کیونکہ اس کے نتیجہ میں نہ صرف انسانی جدوجہد میں وسعت اور تیزی پیدا ہو جاتی ہے بلکہ انسانی دماغ بھی زیادہ سوچتا اور زیادہ ترقی کرتا ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ مسابقت کی رُوح جسے انگریزی میں امبیشن (Ambition) کہتے ہیں ایک عظیم الشان فطری محرک ہے جو انسان کو آگے کی طرف دھکیل کر اُس کی رفتار میں غیر معمولی تیزی پیدا کر دیتا ہے۔ اور اُس کی وجہ سے اس کے دِل میں یہ

خواہش موجزن ہوتی ہے کہ میں دوسرے لوگوں سے آگے نکل جاؤں۔ لیکن اشتراکیت کے نظام میں اس مسابقت کی رُوح کو اگر یکسر کچلا نہیں گیا تو کم از کم مفلوج ضرور کر دیا گیا ہے۔

اشتراکیت میں انفرادی ہمدردی اور مواسات کے جذبات کو بھی بُری طرح کچلا گیا ہے۔ کیونکہ اشتراکیت کے نظام میں رشتہ داروں اور دوستوں اور ہمسایوں اور غریب لوگوں کی انفرادی امداد کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا بلکہ ہر قسم کی امداد کا منبع صرف حکومت بن جاتی ہے حالانکہ انسانی اخلاق کی تکمیل اور ترقی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ حسب ضرورت رشتہ داروں اور دوستوں اور ہمسایوں اور غریب لوگوں کی تنگی اور تکلیف کے اوقات میں انفرادی امداد اور مواسات کا رستہ بھی کھُلا رہے۔ مگر اشتراکیت نے اس جہت سے بھی انسان کو صرف ایک مشین بنا دیا ہے حالانکہ قدرت نے انسان کو محض مشین کے طور پر پیدا نہیں کیا۔ بلکہ اس کے اندر محبت اور ہمدردی کے جذبات ودیعت کئے ہیں جن کے انفرادی اظہار کے لئے رستہ کھُلا رہنا چاہیئے ——

کاش! اشتراکیت کے ارباب حل و عقد اس بات کو سمجھتے کہ انسان کے اندر صرف دماغ ہی پیدا نہیں کیا گیا۔ بلکہ دل بھی پیدا کیا گیا ہے۔ پس جب تک انسانی اخلاق عقل (Reason) اور جذبات (Sentiment) دونوں کی حکیمانہ آمیزش کا انتظام نہ ہو انسانیت کا آدھا دھڑ یقیناً مفلوج رہے گا بے شک انفرادی امداد کے بعض پہلوؤں میں یہ خطرہ لاحق ہوتا ہے کہ دینے والے میں احسان جتانے اور لینے والے میں اپنے آپ کو نیچا محسوس کرنے کی طرف میلان پیدا ہونے لگتا ہے۔ مگر اس خطرہ کو اِسلام نے بڑی سختی کے ساتھ روکا ہے۔ چنانچہ ایک طرف ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص دوسرے کی امداد کر کے اِحسان جتاتا

ہے۔ وہ نہ صرف اس امداد کا سارا ثواب ضائع کر لیتا ہے بلکہ بھاری گناہ کا بھی مرتکب ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف ہدایت دی ہے کہ انفرادی امداد حتی الوسع خفیہ طور پہ دوسروں کو پتہ لگنے کے بغیر کی جائے تاکہ امداد دینے والے اور لینے والے کے دِلوں میں کسی قسم کے ناگوار احساسات نہ پیدا ہوں۔ علاوہ ازیں اسلام یہ بھی حکم دیتا ہے کہ حاجت مند لوگ محنت کر کے خود اپنی روزی کمائیں اور حتی الوسع سوال سے پرہیز کریں۔ اور دوسری طرف وہ ذی ثروت لوگوں کو یہ ہدایت دیتا ہے کہ اپنے ماحول میں آنکھیں کھول کر زندگی گذارو اور غریبوں اور محتاجوں کے سوال کے بغیر خود بخود ان کی امداد کو پہنچو۔ بہرحال اِسلام نے عقل اور جذبات دونوں میں نہایت درجہ حکیمانہ توازن قائم کیا ہے۔ لیکن اشتراکیّت جذبات کے پہلو کو یکسر ہٹا کر اِس فطری توازن کو کلیتہً برباد کر رہی ہے۔

پھر طرفہ ماجرا یہ ہے کہ جذبات کو مٹانے اور دماغ کو اس کے واجبی مقام سے زیادہ حیثیت دینے کے باوجود اشتراکیّت کے نظام میں اِنسانی دماغ کی کوئی زائد قیمت نہیں لگائی گئی بلکہ عملاً وہی ہاتھ پاؤں والی عمومی پوزیشن تسلیم کی گئی ہے۔ کیونکہ اسی اصول کے مطابق افراد کا گذارہ مقرر ہوتا ہے۔ اب یہ ایک مسلّمہ اُصول اور تجربہ شدہ حقیقت ہے کہ جس چیز کی اس کے ارفع ہونے کے باوجود زائد قیمت نہ لگے وہ آہستہ آہستہ اپنے مقام سے گر کر نیچے کی چیزوں کی سطح پر آجاتی ہے۔ اِسی طرح اشتراکیّت کا نظام درحقیقت بنی آدم کی دماغی طاقتوں کو بھی نقصان پہنچانے کا موجب ہے۔ گو ظاہر ہے کہ اس قسم کی باتوں کا نتیجہ فوری طور پہ ظاہر نہیں ہوتا بلکہ کچھ وقت لیکر آئندہ نسلوں میں آہستہ آہستہ ظاہر ہوتا ہے۔ مگر ہوتا یقیناً ہے۔ کیونکہ قُدرت کا

قانون ٹل نہیں سکتا۔

علاوہ ازیں اشتراکیت کے نظام میں ایک بڑا نقص یہ بھی ہے کہ اس نظام میں انسانی حقوق کی فطری تقسیم کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ اور سارے حقوق کو ایک ہی اصول اور ایک ہی پیمانہ سے ناپا گیا ہے۔ حالانکہ انسانی حقوق دو قسم کے ہیں :-

اوّل۔ وہ حقوق جو حکومت کے ذمہ ہوتے ہیں۔ مثلاً عدل و انصاف کا قیام۔ ملکی عہدوں کی تقسیم۔ ترقی کے راستوں کا سب کے واسطے کھلا ہونا وغیرہ وغیرہ اور **دُوسرے** وہ حقوق جو یا تو فطری قویٰ کے نتیجہ میں انسان کو حاصل ہوتے ہیں اور یا انفرادی جدوجہد کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی شخص کا عقل و خرد میں دُوسروں سے آگے ہونا۔ یا زیادہ محنت کا عادی ہونا یا زیادہ اچھے طریق پر کاموں کو سرانجام دینا وغیرہ۔ حقوق میں یہ طبعی تفاوت اتنا ظاہر و عیاں ہے کہ کوئی عقلمند اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن اشتراکیت نے ان ہر دو قسم کے حقوق کو ایک ہی چیز قرار دے کر اور ایک ہی قانون کے ماتحت لاکر بالکل خلط ملط کر دیا ہے۔ مگر اس کے مقابل پر اسلام نے حقوقِ انسانی کی اس فطری تقسیم کو پوری طرح ملحوظ رکھ کر ہر ایک کے لئے مناسب حال علیحدہ علیحدہ احکام جاری فرمائے ہیں۔ چنانچہ اسلام نے پہلی قسم کے حقوق میں تو جن کا ادا کرنا حکومت کے ذمہ ہے کامل مساوات قائم کی ہے۔ اور کوئی امتیاز روا نہیں رکھا۔ لیکن دوسری قسم کے حقوق میں جو مختلف لوگوں کے انفرادی قویٰ اور انفرادی کوشش سے تعلق رکھتے ہیں ایک نہایت درجہ حکیمانہ نظام کے ماتحت سمونے کی تو ضرور کوشش کی ہے۔ لیکن جبر کے طریق پر دخل دے کر ان سارے فرقوں کو یکسر مٹانے

کا ظالمانہ طریق اختیار نہیں کیا۔ اور حق یہ ہے کہ ان سارے فرقوں کو مٹایا بھی نہیں جا سکتا۔ مثلاً دماغی قویٰ کے فرق کو کون مٹا سکتا ہے۔ جسمانی طاقتوں کے فرق کو کون مٹا سکتا ہے۔ انفرادی جدّ وجہد کے فرق کو کون مٹا سکتا ہے۔

اشتراکیت اور سرمایہ داری کے ہر دو نظاموں میں یہ بھاری نقص بھی ہے کہ وہ انسان کو جد وجہد کے میدان سے نکال کر اور گویا کلیۃً خارجی سہاروں پر بٹھا کر غافل کر دینا چاہتے ہیں۔ کیونکہ سرمایہ داری تو دولت مندوں کے لئے جمع شدہ خزانوں کا سہارا مہیّا کر کے غفلت پیدا کرتی ہے اور اشتراکیت عوام کو حکومت کے کھونٹے سے باندھ کر غافل رکھنا چاہتی ہے۔ لیکن اس کے مقابل پر اسلام کا نظام انسان کو ہر وقت جد وجہد کے میدان میں کھڑا رکھتا ہے۔ اور خارجی سہارے صرف اِس حد تک مہیّا کرتا ہے کہ وہ غفلت کا موجب نہ بنے اور یہی صحیح فطری طریق ہے۔ جس سے ایک طرف تو انسان میں انفرادی کوشش اور جد وجہد کی کیفیت زندہ رہتی ہے اور افراد کا دماغ ہوشیار اور چوکس رہنے پر مجبور ہوتا ہے اور دوسری طرف خاص خطرہ کے اوقات میں کسی قدر خارجی سہاروں کا آسرا بھی موجود رہتا ہے۔

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ افراد کی معیشت کے متعلق حکومت کا ہر حال میں کلّی طور پر ذمہ دار بن جانا ایک ایسا ہی غیر فطری سہارا ہے جیسا کہ جمع شدہ خزانہ پر کسی شخص کا غافل ہو کر بیٹھ جانا۔ بے شک درجہ کا فرق ضرور ہوگا۔ لیکن ہر عقلمند انسان آسانی کے ساتھ سوچ سکتا ہے کہ دراصل اِس جہت سے ان دونوں نظاموں کی نوعیت اور بنیادی

نظریہ ایک ہی ہے کہ وہ انسان کو جدوجہد کے میدان سے نکال دیتے ہیں۔ اور صحیح نظریہ صرف اسلام کا ہے جو ہر فرد کو خواہ وہ امیر ہے یا غریب اپنی ضروریات زندگی کے لئے ہر وقت چوکس رکھتا اور اونگھ کر غافل ہونے سے بچاتا ہے۔

مذہبی رجحان رکھنے والے لوگوں کے لئے خواہ وہ مسلمان ہیں یا عیسائی یا یہودی یا بدھ یا ہندو یا سکھ یا کوئی اور، ایک قابلِ توجہ بات یہ بھی ہے کہ نہ صرف اشتراکیت کا سارا میلان اور سارا ذہنی ماحول مادی ہے بلکہ عملاً بھی اس کا سارا زور مادیت کے رنگ میں خرچ ہو رہا ہے۔ کیونکہ اشتراکیت کے نظام میں انسان کے روحانی پہلو کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے بلکہ حق یہ ہے کہ اس نظام کے تمام کل پرزے روحانیت کو مٹانے اور کچلنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اسی لئے خواہ اشتراکیت اپنے منہ سے خدا کے عقیدہ کے خلاف کچھ بولے یا نہ بولے اس کا عملی اثر نمایاں طور پر دہریت کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ اور اس طرح اشتراکیت نے انسانیت کے نصف بہتر دھڑ کو گویا تباہ کر کے رکھ دیا ہے اور کمیونسٹوں کی اگلی نسل یقیناً ایک دہریہ نسل ہے جس میں کسی خدا پرست کو ڈھونڈنا ایک عبث فعل سے زیادہ نہیں۔ وَمَا تُخْفِی صُدُوْرُھُمْ اَکْبَر۔

اشتراکیت کے نظام کی رازداری بھی اس کے باطل ہونے کی دلیل ہے۔ روس کا فولادی پردہ (آئرن کرٹن) ایک معروف حقیقت ہے۔ جسے بچہ بچہ جانتا ہے۔ اگر اشتراکیت حقیقتاً ایک رحمت اور بنی نوع انسان کے لئے واقعی مفید چیز ہے تو اس رازداری کے کیا معنی ہیں۔

روس کے دروازے غیر ملکی مبصروں کے لئے کیوں بند ہیں ؟ اشتراکیت کے پرچارک دوسرے ممالک میں خفیہ نفوذ کا طریق کیوں اختیار کرتے ہیں ؟ تاریخِ عالم کا مطالعہ اس بات پر ایک زندہ گواہ ہے۔ کہ دُنیا میں کوئی صداقت کبھی رازداری کے رنگ میں ظاہر نہیں ہوئی۔ بلکہ ہمیشہ ایک کھلی حقیقت بن کر آتی ہے۔ حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک اور پھر آنحضرت صلعم سے لیکر موجودہ زمانہ تک جتنے بھی مصلح دُنیا کے مختلف ممالک میں آئے ہیں اُن سب نے بلا استثناء اپنے اصولوں کا ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا ہے اور ان اصولوں کی تبلیغ میں بھی کبھی کوئی رازداری نہیں ہوتی تو پھر سوچنے کا مقام ہے کہ اشتراکیت میں یہ رازداری کیوں ہے ؟ کمیونزم کے نتائج کو دُنیا کی کھلی منڈی میں کیوں نہیں لایا جاتا ہے۔ فتدبروا یا اولی الالباب۔

اب مَیں اسلامی نظریّہ کی طرف آتا ہوں۔ اصولی طور پر اوپر کے نوٹوں میں یہ بتایا جاچکا ہے کہ اگر ایک طرف اسلام دُنیا کے سامانوں اور دولت پیدا کرنے کے قُدرتی ذرائع میں سب بنی نوع انسان کا مساویانہ حق تسلیم کرتا ہے۔ اور ان ذرائع کو کسی خاص قوم کی اجارہ داری قرار نہیں دیتا وہاں دوسری طرف وہ عملاً دولت کے اس تفاوت کو بھی نظر انداز نہیں کرتا۔ جو افراد کے ذاتی قویٰ اور ذاتی جدوجہد کے نتیجہ میں طبعی طور پر پیدا ہوجاتا ہے۔ (دیکھو پیرا ۸ جو اُوپر گذر چکا ہے) لیکن ظاہر ہے کہ انسانی مساوات میں سب سے پہلا اور سب سے مقدم سوال دولت کی تقسیم کا نہیں بلکہ انسان کی نسلی اور شخصی مساوات کا ہے۔ کیونکہ دراصل یہی وہ میدان ہے جس میں جذباتی کشمکش اور سماجی خلیج پیدا ہوکر سب سے زیادہ فتنہ کا رستہ کھولتی ہے اور سوسائٹی کے مختلف طبقات ایک دوسرے

کے مقابل پر رقیبانہ کیمپ کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ سو اس کے متعلق بانیٔ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اور کس شان سے فرماتے ہیں کہ:-

یَاَیُّھَا النَّاسُ اَلَا اِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِدٌ وَاِنَّ اَبَاکُمْ وَاحِدٌ اَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ وَلَا لِعَجَمِیٍّ عَلٰی عَرَبِیٍّ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰی اَسْوَدَ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰی اَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوٰی ...... یعنی اے لوگو! کان کھول کر سن لو کہ تمہارا رب ایک ہے۔ اور تمہارا باپ بھی ایک تھا۔ اور پھر کان کھول کر سن لو کہ عربوں کو عجمیوں پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ عجمیوں کو عربوں پر کوئی فضیلت ہے۔ اور نہ گوروں کو کالوں پر کوئی فضیلت ہے اور نہ کالوں کو گوروں پر کوئی فضیلت ہے۔ سوائے ایسی ذاتی خوبی کے جس کے ذریعہ کوئی شخص دوسروں سے آگے نکل جائے"

یہ نظریہ اسلامی مساوات کا بنیادی پتھر ہے جس میں سب اقوام عالم کو بلا استثناء ایک لیول پر کھڑا کر کے پھر اُن میں انفرادی کوشش اور انفرادی جد وجہد کی بناء پر مسابقت کی روح پیدا کی گئی ہے کہ اب جو شخص چاہے اپنے ذاتی اوصاف کے زور سے آگے نکل جائے۔

سوال ہوسکتا ہے کہ اسلام کا تمدنی نظریہ بھی ٹھیک۔ اور دولت کے قدرتی وسائل کے متعلق اس کی تعلیم بھی بجا۔ لیکن اس بات کا کیا علاج ہے کہ اگر انفرادی قویٰ اور انفرادی جد وجہد کے نتیجہ میں دولت کا توازن ناگوار صورت اختیار کر لے تو پھر اس توازن کو درست کرنے

اور درست رکھنے کے لئے کیا صورت کی جائے۔ سو اس خطرہ کی طرف سے بھی اسلام غافل نہیں۔ چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے:۔

اَلَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ..... هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ۔

یعنی جو لوگ سونے چاندی کے مالوں کو بند خزانوں کی صورت میں جمع کرکے رکھتے ہیں اور انہیں خدا کے مقرر کردہ رستوں میں خرچ نہیں کرتے۔ تو اے رسول تم ایسے لوگوں کو خدا کے دردناک عذاب کی خبر دو...... اُن کے لئے ان ہی بند خزانوں کو عذاب کا آلہ بنا دیا جائے گا۔ اور اُن سے کہا جائے گا کہ اب اپنے ان خزانوں کا مزا چکھو جنہیں تم نے صرف اپنی جانوں اور اپنے عزیزوں کے لئے روک رکھا تھا"

اس سنہری تعلیم کے ذریعہ اسلام نے دولت کو کھلے میدان میں لانے اور ایک طرف غریبوں اور مسکینوں کی امداد پر بلاواسطہ خرچ کرنے اور دوسری طرف دولت کو تجارتوں اور صنعتوں میں لگا کر عوام کو بالواسطہ فائدہ پہنچانے کا رستہ کھولا ہے۔ اور ایک زبردست انتباہ کے ذریعہ لوگوں کو ہوشیار کیا ہے۔ کہ اگر تم نے اپنے خزانوں کو بند کرکے رکھا اور انہیں ملک اور قوم کی بہتری کے لئے خرچ نہ کیا تو یہی بند خزانے تمہارے لئے ایک زمانہ میں دردناک عذاب بن جائیں گے۔ اور اس دردناک عذاب میں صرف آخرت کے عذاب کی طرف اشارہ نہیں۔ بلکہ جیسا کہ واقعات نے ثابت کر دیا ہے، موجودہ زمانہ کی اس ہیبت ناک کشمکش کی طرف بھی اشارہ ہے۔

جس میں مزدور سرمایہ دار کے خلاف اور مزارع مالک کے خلاف اُٹھ کر ان کی زندگی کی شیرینی کو تلخ اور ان کے دل و دماغ کے سکون کو برباد کر رہا ہے۔

لیکن اسلام نے اس معاملہ میں صرف اصولی تحریک پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ قومی اور ملکی دولت کو مناسب رنگ میں سمونے کے لئے ایک مؤثر مشینری بھی قائم کی ہے۔ اور مشینری کو چالو رکھنے کے لئے بہت سے معیّن احکام صادر فرمائے ہیں۔ ان احکام میں سے ایک حکم **قانونِ ورثہ** سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ ایک نہایت درجہ حکیمانہ قانون ہے جس کی رُو سے ہر مرنے والے مسلمان کا ترکہ صرف ایک بچہ یا صرف نرینہ اولاد یا صرف خالی اولاد کے ہاتھ میں نہیں جاتا بلکہ سارے لڑکوں اور ساری لڑکیوں اور بیوی اور خاوند اور ماں اور باپ اور بعض صورتوں میں بھائیوں اور بہنوں اور دُوسرے رشتہ داروں میں بھی ایک نہایت شرح کے ساتھ تقسیم ہو جاتا ہے۔ اس طرح گویا اسلام نے دولت کی دوڑ میں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد بعض قانونی روکیں یعنی (Hurdles) قائم کر دی ہیں۔ اور ہر نسل کے خاتمہ پہ ایک روک (Hurdle) سامنے آکر دولت کے اس فرق کو کم کر دیتی ہے جو اس عرصہ میں پیدا ہو چکا ہوتا ہے۔ اسلام کے اس قانونِ ورثہ پر تفصیلی نظر ڈالنے سے یہ بات بالکل ظاہر وعیاں ہو جاتی ہے کہ اِس قانون کے ذریعہ صرف ورثا کو ورثہ پہنچانا ہی مدّنظر نہیں ہے۔ بلکہ ملکی اور قومی دولت کو سمونا بھی اس کی اغراض میں سے ایک اہم غرض ہے۔

قانونِ ورثہ کے ضمن میں ہی اسلام نے ایک قانونِ وصیّت بھی جاری فرمایا ہے۔ جس کی رُو سے ہر مسلمان کو اپنی جائداد کے ایک تہائی (⅓) حِصّہ

کے متعلق غیر وارثوں کے حق میں وصیت کرنے کا حق تسلیم کیا گیا ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص کے پاس تین لاکھ روپے کا مال ہے تو وہ اس میں سے ایک لاکھ روپیہ تک کی ایسے لوگوں یا اداروں کے حق میں وصیت کر سکتا ہے جو اس کے شرعی وارث نہیں ہیں۔ یہ نظام بھی ملکی دولت کو سمونے کا ایک مقدس ذریعہ ہے۔ اور ہزاروں نیک دل مسلمانوں نے اس بابرکت نظام سے فائدہ اٹھا کر اپنی جائدادوں کے معقول حصے غریبوں کے لئے یا غریبوں کی امداد کرنے والے اداروں کے لئے یا جماعتی اور قومی کاموں کے لئے وقف کئے ہیں اور کر رہے ہیں۔

اسلام کا قانون امدادِ باہمی بھی ملکی دولت کو سمونے کا ایک بڑا بھاری ذریعہ ہے۔ اور اسلام نے اس قانون کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک حصہ جبری ہے اور دوسرا حصہ طوعی ہے۔ جبری قانون زکوٰۃ کے نظام سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کے ذریعہ امیر لوگوں کی دولت پر حالات کے اختلاف کے ساتھ ۲½ فی صدی شرح سے لیکر بیس فیصدی شرح تک خاص ٹیکس لگا کر حکومتِ وقت یا نظامِ قومی کی نگرانی میں غریبوں اور مسکینوں اور کم آمدنی والے لوگوں کی امداد کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ اس تعلق میں امیر سے مراد امیر کبیر لوگ نہیں ہیں۔ بلکہ ہر وہ شخص جو اپنی اصل اور فوری ضرورت سے کسی قدر زائد دولت رکھتا ہے۔ اس پر زکوٰۃ ٹیکس لگا کر کمزور لوگوں کی امداد کا رستہ کھولا جاتا ہے اور اس ٹیکس کو عائد کرتے ہوئے مقدس بانیٔ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم نے جو الفاظ فرمائے وہ بھی اس ٹیکس کی غرض و غایت کو واضح کر رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا:-

تؤخذ من اغنیائھم و ترد علی فقرائھم ۔ یعنی زکوٰۃ کے نظام کا مقصد یہ ہے کہ دولت رکھنے والے لوگوں کی دولت کا ایک حصّہ کاٹ کر غریبوں اور کمزور لوگوں کی طرف لوٹایا جائے ۔

اس حدیث میں "لوٹایا جائے" کے لطیف اور پُر معنی الفاظ اس غرض سے استعمال کئے گئے ہیں تاکہ یہ ظاہر ہو کہ یہ ٹیکس غریبوں کو احسان کے طور پر نہیں دیا جاتا ۔ جس کی وجہ سے بے اصول امیروں کو ان پر احسان جتانے کا موقعہ پیدا ہو ۔ بلکہ یہ ایک لازمی اور قدرتی حق ہے ۔ جو خالقِ فطرت نے امیروں کے مال میں غریبوں کا مقرّر کر رکھا ہے ۔ کیونکہ اوّل تو اصل ملکیت خدا کی ہے جو سب کا آقا اور مالک ہے اور دوسرے حقیقۃً ہر مال کے پیدا ہونے میں لازماً غریبوں اور مزدوروں کا ہاتھ ہوتا ہے ۔ پھر زکوٰۃ کے معنی بھی پاک کرنے اور ترقی دینے کے ہیں ۔ کیونکہ ایک طرف تو زکوٰۃ کی ادائیگی زکوٰۃ دینے والے کے مال کو دوسروں کے حق سے پاک کرتی ہے ۔ اور دوسری طرف وہ زکوٰۃ لینے والوں کی ترقی کا سامان بھی مہیا کرتی ہے ۔

قانون امداد باہمی کا دوسرا حصہ طوعی نظام سے تعلق رکھتا ہے ۔ اس نظام کے ذریعہ اسلام نے غریبوں کی مالی امداد کے علاوہ سوسائٹی میں باہم محبت اور ہمدردی اور مواسات کے جذبات کو زندہ رکھنے کا دروازہ بھی کھولا ہے ۔ اسلام نے اس طوعی نظام پر بہت زور دیا ہے اور غریب بھائیوں کی ہمدردی اور امداد کو ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی نیکی قرار دیا ہے ۔ اور خود ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ حدیث میں آتا ہے کہ غریبوں اور مسکینوں اور یتیموں کی

امداد میں آپؐ کا ہاتھ اس تیز آندھی کی طرح چلتا تھا جو کسی روک کو خیال میں نہ لاتی اور آپؐ اکثر یہ بھی نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ جہاں زکوٰۃ بہ ملا اد اکرو کیونکہ جبری ٹیکس ہونے کی وجہ سے وہ حکومت کے انتظام کے ماتحت خرچ ہوتی ہے۔ وہاں ذاتی اور انفرادی امداد حتی الوسع خفیہ طریق پر دو۔ تاکہ دینے والے کے دل میں احسان کا خیال اور لینے والے کے دل میں کمتری کا احساس نہ پیدا ہو۔ اور جیساکہ اوپر بیان کیا گیا ہے، غریبوں اور مسکینوں کی امداد کا یہ طوعی نظام زکوٰۃ کے جبری نظام کے علاوہ تھا۔ اور ضروری تھا کہ جبری نظام کے ساتھ ساتھ اس قسم کا طوعی نظام بھی قائم کیا جاتا۔ تاکہ لوگوں کے دلوں میں اخوت اور محبت اور انفرادی ہمدردی کے جذبات کو زندہ رکھا جاسکے۔ لیکن اس کے مقابل پر اشتراکیت ان سب جذبات کو مٹا کر انسان کو محض ایک مشین بنانا چاہتی ہے۔

اسی تعلق میں اسلام کا قانونِ تجارت اور قانونِ لین دین بھی ملکی دولت کے ناواجب اجتماع کو روکنے کی ایک بھاری مشینری ہے۔ حق یہ ہے کہ اسلام نے سُود کو حرام قرار دے کر دولت کے توازن کو برباد کرنے کا ایک بہت بڑا آلہ یکسر مٹا دیا ہے۔ سُود کے ذریعہ انسان کو اپنی طاقت سے بڑھ کر قرضہ برداشت کرنے کی ناواجب جرأت پیدا ہوتی ہے۔ اور عوام کا روپیہ سمٹ سمٹ کر آہستہ آہستہ امیروں کے خزانہ میں جمع ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور اگر غور کیا جائے تو دنیا میں زیادہ تر سُود ہی سرمایہ داری کو بھیانک صورت دینے کا ذمہ دار ہے۔ اگر آج سُود کا لین دین بند ہو جائے تو ملک کی بڑی بڑی تجارتیں اور صنعتیں چند سرمایہ دار افراد کے ہاتھ سے نکل کر یا تو مشترکہ سرمایہ والی تجارت اور

مشترکہ صنعت کی صورت میں منتقل ہو جائیں گی۔ اور یا اس قسم کی بڑی تجارتیں اور صنعتیں جو ملکی دولت کے توازن کو خراب کرنے والی ہیں۔ حکومت کے ہاتھ میں چلی جائیں گی۔ اور دونوں طرح دولت کے سمونے کا راستہ کھلے گا۔ اور ظاہر ہے کہ چند خاص تجارتوں اور صنعتوں کے حکومت کے قبضہ میں ہونے سے کوئی ہرج لازم نہیں آتا۔ بلکہ اس میں بعض ملکی اور قومی فوائد متوقع ہیں۔ اس کے علاوہ سُود کی حرمت سے پرائیویٹ لین دین کے میدان میں بھی امیروں کے لئے غریبوں کے مال پر ڈاکہ ڈالنے اور ان کے خون چوسنے کا موقع نہیں رہتا۔ یہ خیال کہ سُود کے بغیر تجارت نہیں چل سکتی ایک محض نظر کا دھوکہ ہے، جو موجودہ ماحول کی وجہ سے پیدا ہُوا ہے جبکہ یورپ اور امریکہ کے سرمایہ داروں کی وجہ سے سُود کا جال وسیع ہو چکا ہے۔ ورنہ اس سے قبل سُود کے بغیر بھی دُنیا کی تجارت چلتی تھی۔ اور انشاء اللہ اس باطل ماحول کے مٹنے پر پھر پہلے سے بڑھ کر چلے گی۔ سُود کی جگہ اسلام نے قرضہ بصورت رہن اور مشترکہ سرمایہ کے طریق کو ترجیح دی ہے کیونکہ اس میں دولت کے توازن کو بگاڑنے کے بغیر تجارت کا رستہ کھلتا ہے۔ اور انفرادی ہمدردی کے جذبات کو بھی ٹھیس نہیں لگتی۔

سُود کی حرمت کے ساتھ ساتھ اسلام نے جوئے کو بھی حرام قرار دیدیا ہے۔ کیونکہ جوئے میں دولت کے حصول کو محنت اور ہنرمندی پر مبنی قرار دینے کی بجائے محض اتفاق پر مبنی قرار دیا جاتا ہے جو نہ صرف قومی اخلاق کے لئے مہلک ہے۔ بلکہ بسا اوقات ملک میں دولت کی ناواجب تقسیم کا بھی ذریعہ بن جاتا ہے۔

اوپر والا انتظام جس میں ایک طرف ذاتی جائداد کے حق کو تسلیم کیا گیا

ہے۔ اور دوسری طرف ملکی دولت کو زیادہ سے زیادہ سمونے اور امیر و غریب کے فرق کو کم سے کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ عام حالات کے لئے مقصود ہے۔ لیکن اگر کسی وقت ملک میں قحط یا جنگ وغیرہ کی وجہ سے غیر معمولی حالات پیدا ہو جائیں اور خوراک کے ذخیروں میں کمی آجائے۔ یعنی ملک اور قوم کے ایک حصّہ کے پاس تو زائد خوراک موجود ہو، اور دوسرے حصّہ کے پاس اقل ضرورت سے بھی کم ہو یا بالکل ہی نہ ہو۔ اور لوگوں کی جانوں کا خطرہ پیدا ہو جائے۔ تو اس قسم کے خاص حالات میں اسلام حکم دیتا ہے کہ امیروں اور غریبوں کے ذخیروں کو اکٹھا کر کے سب کی ضرورت کے مطابق راشن بندی کر دی جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں کئی موقعوں پر اس قسم کے حالات پیدا ہوئے اور آپ نے ان غیر معمولی حالات میں نہ صرف اس قسم کے استثنائی انتظام کی اجازت دی۔ بلکہ اسے پسند فرمایا۔ اور اس کی تاکید کی۔ مثلاً حدیث میں آتا ہے :-

"خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَۃٍ فَاَصَابَنَا جُھْدٌ حَتّٰی ھَمَمْنَا اَنْ نَنْحَرَ بَعْضَ ظَھْرِنَا فَاَمَرَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَمَعْنَا اَزْوَادَنَا"

یعنی ایک صحابی روایت کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں نکلے۔ مگر رستہ میں ہمیں خوراک کی سخت کمی پیش آگئی حتیٰ کہ مجبور ہو کر ہم نے (سواریوں کی کمی کے باوجود) ارادہ کیا کہ خوراک کے لئے اپنی بعض سواری کی اُونٹنیاں ذبح کر دیں۔ اس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

نے حکم دیا کہ سب لوگوں کے خوراک کے ذخیرے اکٹھے کر لئے جائیں۔ اور آپؐ نے اس جمع شدہ ذخیرہ سے سب کو حسب ضرورت راشن تقسیم کرنا شروع کر دیا۔"

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں آتا ہے :-

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاَشْعَرِیِّیْنَ اِذَا اَرْمَلُوْا فِی الْغَزْوِ اَوْقَلَّ طَعَامُ عِیَالِھِمْ بِالْمَدِیْنَۃِ جَمَعُوْا مَا کَانَ عِنْدَھُمْ فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ اقْتَسَمُوْا بَیْنَھُمْ فِیْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِیَّۃِ فَھُمْ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْھُمْ۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ قبیلہ اشعر کے لوگوں کا یہ طریق ہے کہ جب کسی سفر میں انہیں خوراک کا توڑا پڑ جاتا ہے یا حضر کی حالت میں ہی ان کے اہل وعیال کی خوراک میں کمی آجاتی ہے تو ایسی صورت میں وہ سب لوگوں کی خوراک ایک جگہ جمع کر لیتے ہیں۔ اور پھر اس جمع شدہ خوراک کو ایک ناپ کے مطابق سب لوگوں میں مساویانہ طریق پر بانٹ دیتے ہیں۔ یہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں۔"

اس شاندار تعلیم سے ظاہر ہے کہ اگر ایک طرف اسلام نے انفرادیت کو زندہ رکھنے کے لئے ذاتی اعمال اور ذاتی جائداد کو تسلیم کیا ہے تو دُوسری طرف اجتماعیت کو زندہ رکھنے کے لئے غریبوں کی امداد کے انتظام کے علاوہ بعض حالات میں یہ بھی ہدایت فرمائی ہے کہ خوراک کے استثنائی قلت کے زمانہ میں جبکہ سوسائٹی کے ایک حصّہ کی ہلاکت کا خطرہ ہو امیر وں

اور غریبوں کے ذخیروں کو جمع کر کے سب میں حسبِ ضرورت مساویانہ طریق پر تقسیم کر دو۔ اور یہی وہ وسطی تعلیم ہے جس سے دُنیا میں حقیقی امن کی بُنیاد رکھی جا سکتی ہے۔

بالآخر اسلام نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ ایسے معذور لوگ جو کسی بیماری یا کمزوری یا جسمانی نقص کی وجہ سے اپنی روزی نہیں کما سکتے۔ یا ان کی روزی ان کی واجبی ضروریات کے لئے مکتفی نہیں ہوتی۔ اور ان کی یہ بیکاری اور غُربت، غفلت اور سُستی کی وجہ سے نہیں ہے۔ تو ایسے معذور لوگوں کی اقل ضروریات کا انتظام حکومت کرے۔ اور اقل ضروریات میں خوراک، لباس اور مکان شامل ہیں۔ (سورہ طٰہٰ)۔ یہ انتظام اس لئے بھی ضروری تھا کہ قرآنی تعلیم کے مطابق مخلوق کے رزق کی آخری ذمہ داری خدا تعالےٰ پر ہے۔ (سورہ ہود)۔ پس جو حکومت دُنیا میں خدا کی نمائندہ بنتی ہے اس کا فرض ہے کہ ایسے معذور لوگوں کی اقل ضروریات کی مکتفل ہو۔ جو اپنی خواہش اور کوشش کے باوجود مناسب آمدنی پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جہاں ایک طرف اشتراکیت کا نظام :-

(الف) انفرادی جد و جہد کے جذبہ کو کمزور کر کے کام کے سب سے بڑے فطری محرک کو مٹاتا

(ب) فطرتِ انسانی کے جذباتِ ہمدردی اور مواسات کو تباہ کرتا

(ج) انسان کے دماغی قویٰ کو بے قیمت ٹھہرا کر تنزل کے

راستہ پر ڈالتا

(د) انسان کے اقتصادی حالات کو غیر فطری خارجی سہاروں کے ساتھ وابستہ کرتا اور

(ھ) رُوحانیت کو مٹ کر دہریت اور مادیت کا بیج بوتا ہے۔

وہاں دُوسری طرف اسلام کا نظام :-

(الف) اشتراکیت اور سرمایہ داری کے بین بین فطری اور وسطی راستہ پر گامزن ہوتا

(ب) انفرادی جائداد کے اصول کو تسلیم کرنے کے باوجود ملکی اور قومی دولت کو سمونے کے لئے ایک پختہ مشینری قائم کرتا

(ج) دولت پیدا کرنے کے قدرتی وسائل کو سب کے لئے یکساں کھلا رکھتا

(د) انسانی جذباتِ ہمدردی اور مواسات کو زندہ رکھتا اور تقویت پہنچاتا اور

(ھ) خالق و مخلوق کے فطری رشتہ کو ملحوظ رکھتا اور ترقی دیتا ہے۔

پس اشتراکیت اور سرمایہ داری کے انتہائی نظاموں کے مقابلہ پر اسلام کا وسطی نظام ہی اس قابل ہے کہ اس پر دُنیا کے تہذیب و تمدن کی بنیاد رکھی جائے اور انشاء اللہ تعالےٰ اسلام کی ترقی کے دُوسرے دَور میں جو اَب شروع ہو رہا ہے ایسا ہی ہوگا۔

خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں کیا خوب فرمایا ہے کہ:-
جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَاءَ عَلَی النَّاسِ۔

"یعنی اے مسلمانو! ہم نے تمہیں ایک وسطی اُمّت بنایا ہے تاکہ تم دنیا کی مختلف قوموں کے لئے جو افراط و تفریط کی طرف جھکی ہوئی ہیں خدا کی طرف سے سچے رستہ کے گواہ رہو۔" وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

دوستوں کی دعاؤں کا طالب:-

خاکسار مرزا بشیر احمدؐ

ربوہ

کتبہ: محمد کریم الدین شاہد قادیان
(مطبوعہ جے ہند پرنٹنگ پریس جالندھر)

مطالعہ کیلئے مندرجہ ذیل لٹریچر پتہ ذیل سے

مفت طلب فرمائیں!

- احمدیت کا پیغام ۔ اردو
- محامد خاتم النبیینؐ ۔ اردو
- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں ۔ اردو ۔
- عقائدِ احمدیت ۔ اردو ۔
- صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۔ اردو
- حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی سیرت و سوانح اور آپ کی تعلیم اور جماعت احمدیہ کے مختصر حالات ۔ اردو
- اسلام کا عالمگیر غلبہ ۔ اردو
- تحریکِ احمدیت بھارت واسیوں کی نظر میں ۔ اردو
- ضرورتِ مذہب ۔ اردو
- ہماری تعلیم ۔ اردو
- مولانا مودودی کے رسالہ ختم نبوت پر تبصرہ ۔ اردو
- تبلیغِ اسلام زمین کے کناروں تک ۔ اردو
- امام مہدی کا ظہور ۔ اردو
- خاتم النبیین کے بہترین معنے ۔ اردو
- وفات حضرت مسیح علیہ السلام پر علمائے مصر کا فتویٰ ۔ اردو

ناظر دعوت و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان (پنجاب)

مندرجہ ذیل لٹریچر

قیمتاً طلب فرمایا جا سکتا ہے

۱- قرآن مجید انگریزی	۲ — ۰۰
۲- لائف آف محمدؐ	۲ — ۰۰
۳- اسلامی اصول کی فلاسفی انگریزی	۴ — ۰۰
۴- نظامِ نَو انگریزی	۱ — ۶۲
۵- اسلام کا اقتصادی نظام انگریزی	۱ — ۷۵
۶- مسیح ہندوستان میں	۱ — ۷۵
۷- حضرت مسیح علیہ السلام کہاں فوت ہوئے؟ انگریزی	۲ — ۰۰
۸- ہولی پرافٹ محمدؐ	۱ — ۰۰
۹- خصوصیاتِ قرآن انگریزی	۱ — ۰۰
۱۰- قبرِ مسیحؑ انگریزی	۰ — ۶۲
۱۱- آور ٹیچنگ	۰ — ۶۲
۱۲- آور موومنٹ	۰ — ۶۲
۱۳- احمدیت کیا ہے؟ انگریزی	۱ — ۰۰
۱۴- مسیح کشمیر میں۔ انگریزی	۰ — ۲۵
۱۵- احمدیت یعنی حقیقی اسلام انگریزی	۵ — ۰۰
۱۶- احمدیہ موومنٹ	۱ — ۰۰

نوٹ: ڈاک خرچ اس کے علاوہ ہوگا۔